تفسیر امام حسن عسکری ع

نقد و نظر: عبدالباسط پتافی

آج ہم محض کتاب کا تعارف نہیں لکھیں گے اور نہ اس کے مطالب کی تلخیص پیش نظر ہے بلکہ آج ہم اپنی تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔

پہلے حصے میں ہم کتاب کا تعارف لکھیں گے اور دوسرے حصے میں یہ دیکھیں گے کہ کیا یہ تفسیر امام حسن عسکری کی ہے بھی کہ نہیں؟

پہلا حصہ: تعارف

زمانہ ہے امام حسن عسکری کا اور استر آباد میں زیدیہ کے امام حسن بن زید علوی کی حکومت ہے اور راویوں کا کہنا ہے کہ اس وقت قتل عام ہو رہا تھا سو ہم دونوں کے والد جو امامی تھے، ان کو لگا کہ ان کی جان کو بھی خطرہ ہے سو وہ وہاں سے ہجرت کر کے امام کی خدمت میں پیش ہوئے اور امام نے ہمارا غیر معمولی استقبال کیا پھر امام نے کہا تم دونوں اپنے بیٹوں کو یہیں چھوڑ کر جاؤ تو ہم دونوں وہیں رہے اور امام سے پورے قرآن کا علم حاصل کرنے کی درخواست کی جس پر امام نے کہا کہ پورے قرآن کا علم حاصل نہیں کیا جا سکتا(1) تاہم امام نے ہمیں سب سے پہلے قرآن اور اہل قرآن کی فضیلت املاء کروائی اس کے بعد قرآن کی تفسیر کی باری آئی اور تفسیر کا یہ سلسلہ قریبا سات برس تک چلتا رہا۔(2)

یہاں تک یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تفسیر کس طرح وجود پذیر ہوئی۔

اب اس تفسیر کے مطالب کا سرسری جائزہ لیا جائے تو بہتر ہو گا۔

ہم تک آنے والی یہ تفسیر سورہ بقرہ کی آخری آیات تک ہی ہے، اور اس میں فضیلتِ قرآن، آیات کی

تفسیر کے ساتھ ساتھ انبیاء وائمہ کے معجزات ہیں، ان کے دشمنوں کا ذکر ہے اور مختلف تاریخی واقعات اور شخصیات کا تذکرہ بھی ہے۔ اور تفسیر کا اسلوب روائی ہے۔

اور کچھ باتیں ایسی ہیں جن کی تصدیق دوسرے کسی ذریعہ سے نہیں ہوتی بلکہ دیگر تاریخی نصوص و آثار ان واقعات کی نفی کرتے ہیں۔

بہ ہر حال اس تفسیر کے بنیادی راوی یہ تین ہیں:

الف) محمد بن قاسم مفسر استر آبادی (**مفسر جرجانی** سے ان کا نام مشہور ہے ہم آگے یہی نام لکھیں گے)

ب) ابویعقوب یوسف بن محمد بن زیاد (ہم **ابویعقوب** لکھیں گے)

ج) ابوالحسن بن علی بن محمد بن سیار / یسار (ہم **ابوالحسن** کہیں گے تاکہ اختصار رہے)

اہم بات: یہ واضح رہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ تفسیر امام حسن عسکری کی ہے یا امام ہادی کی ہے۔ (اس کا ذکر ضمناً دوسرے حصے میں آجائے گا)

دوسرا حصہ: نسبتِ تفسیر کی تحقیق

کیا یہ تفسیر امام حسن عسکری کی ہے یا نہیں؟ اور اس تفسیر کا اعتبار کس حد تک کیا جائے؟ یا یہ تفسیر گھڑی ہوئی ہے؟

اس متعلق کل تین اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ پوری کی پوری تفسیر غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہے۔ لہذا اس سے کسی طرح کی دلیل دی جا

سکتی ہے اور نہ شاہد پیش کیا جاسکتا۔

قائل: ابن غضائری، علامہ حلی، محقق داماد، سید الخوئی، شیخ عادل ہاشم وغیر ھم

دوسرا قول: یہ پوری تفسیر قابل اعتبار و اعتماد ہے۔

اس تفسیر سے دلیل دی جاسکتی ہے اور استدلال و استشہاد بھی کیا جاسکتا ہے۔

قائلین: مجلسی اول و ثانی، شیخ حر عاملی، محدث نوری وغیر ھم۔

تیسرا قول: یہ تفسیر بھی دوسری کتابوں کی طرح ہے اس میں کچھ معتبر ہے اور کچھ غیر معتبر۔

پس اگر سند و دلالت تام ہو تو اخذ کریں گے وگرنہ چھوڑ دیں گے۔

قائل: شیخ مسلم داوری

دلائل

قول اول کے دلائل

یہاں دو طرح کے قائل ہیں ایک وہ جو اس تفسیر کو امام ہادی کی تفسیر سمجھتے ہیں اور اسے سہل دیباچی کی گھڑی ہوئی تفسیر مانتے ہیں۔

جیسے ابن غضائری اور محقق داماد۔(3)

دوسرے وہ ہیں جو اس تفسیر کو امام حسن عسکری کی سمجھتے ہیں اور اس میں سہل دیباچی کو وجہ نہیں بناتے بلکہ دیگر ادلہ دیتے ہیں۔

بہ ہر حال مختصر طور پر ان کے دلائل ملاحظہ ہوں

شیخ عادل ہاشم لکھتے ہیں:

1۔ تاریخی طور پر اس تفسیر کی متقدمین کے یہاں شہرت نہیں رہی ہے بلکہ اس کی شہرت علامہ مجلسی و شیخ حر عاملی کے زمانہ سے ہوئی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل:

چوتھی صدی میں شیخ کلینی و صدوق کا زمانہ ہے اور دونوں نے اس تفسیر کو قابل اعتناء نہیں جانا اور نہ ہی اس کا ذکر کیا ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ شیخ صدوق نے اپنی کتابوں میں اس تفسیر سے روایات لی ہیں؟

جواب: شیخ صدوق نے مفسر جرجانی سے روایات لی ہیں اور اس کا یہ لازمہ نہیں ہے کہ انہوں نے وہ تفسیر ہی سے اخذ کیا ہو۔

اور توحید و معانی الاخبار میں شیخ صدوق نے تفسیر سے نقل کیا ہے مگر اس میں سند یوں ہے:

شیخ صدوق نے مفسر جرجانی سے اور اس نے ابو یعقوب و ابو الحسن سے اور انہوں نے اپنے والدوں سے انہوں نے امام حسن عسکری سے۔

جبکہ ہمارے پاس موجود تفسیر میں بیٹوں نے براہ راست امام حسن عسکری سے تفسیر روایت کی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں شیخ طوسی و نجاشی ہیں جنہوں نے اس تفسیر کا ذکر نہیں کیا اور اسی زمانے کے ابن غضائری ہیں

جنہوں نے اس تفسیر کو گھڑا ہوا قرار دیا ہے اور روایوں کو ضعیف و کذاب بھی کہا ہے۔

چھٹی صدی میں میں شیخ طبرسی، ابن شہر آشوب اور قطب الدین راوندی نے اس تفسیر کا ذکر کیا ہے۔

مگر شیخ طبرسی (548ھ) اپنی احتجاج میں لکھتے ہیں کہ: اس کتاب (احتجاج) میں وہ جو روایات نقل کریں گے وہ ایسی ہیں جن پر اجماع ہے یا جو شہرت رکھتی ہیں یا عقل کے مسلمات سوائے تفسیر حسن عسکری کے اس لیے اس کی سند لکھی ہے اور اس سے روایات اخذ کی ہیں۔

اور ابن شہر آشوب (588ھ) اس کی دوسری سند حسن بن خالد برقی کی پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر کل 120 مجلدات پر ہے

اور آج ہمارے پاس اس تفسیر کا 1 فیصد بھی نہیں ہے۔

اور دوسرے یہ کہ ہم تک پہنچنے والی تفسیر میں حسن بن خالد کے بجائے محمد بن قاسم مفسر استر آبادی راوی ہیں۔

رہا قطب الدین راوندی (573ھ) کے متعلق محدث نوری کا یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی کتاب الخرائج میں تفسیر سے بہت زیادہ موارد نقل کیے ہیں تو ہمارے خیال میں اس قدر بہتات نہیں ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں محقق حلی (676ھ)، احمد بن طاؤوس (673ھ)، علی بن طاؤوس (664ھ) وغیر ھم نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

آٹھویں صدی ہجری علامہ حلی (726ھ) ابن عضنائری کی طرح اس تفسیر کو موضوع (گھڑی ہوئی) قرار دیا ہے اور شہید اول (786ھ) نے بھی کوئی ذکر کیا نہ اشارہ۔

نویں صدی ہجری میں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا

دسویں ہجری میں بھی کچھ اشارے نہیں ملتے جیسے شہید ثانی (965ھ) وغیرہ۔

اپنی بات: لیکن محدث نوری نے لکھا ہے کہ شہید ثانی نے اس پر اعتماد کر کے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ

بات درست ہے کہ شہید ثانی نے تفسیر کا نام بھی لیا ہے اور اس سے روایت اخذ بھی کی ہے۔ ان کی کتاب منیة المرید ص 144 ملاحظہ ہو۔

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں محمد علی اردبیلی (1101ھ) نے ذکر کیا ہے مگر انہوں نے وہی خدشات ذکر کیے جو ابن غضائری اور علامہ حلی کر چکے۔

مگر علامہ مجلسی اول و ثانی، شیخ حر عاملی، فیض کاشانی و غیر ھم نے اس کا ذکر کیا اور اعتماد بھی کیا۔

گویا گیارہویں صدی سے اس پر اعتماد ہونا شروع ہوا اور شہرت کی بنیاد بھی پڑ گئی۔

پس پہلی دلیل کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تفسیر کی شہرت متقدمین و متاخرین میں نہیں تھی بلکہ متاخرین کے بھی متاخرین میں شہرت ہوئی جس کا فائدہ نہیں ہے۔(4)

2۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اس تفسیر کے نسخوں کی جو سند ہم تک پہنچی ہے وہ ضعیف ہے۔

اس میں مختلف راوی ہیں جو ضعیف ہیں:

مثلاً جعفر دقاق وغیرہ

اور بنیادی راوی جو ہر طریق و سلسلہ میں ہیں جیسے مفسر جرجانی، ابویعقوب و ابوالحسن تینوں کی وثاقت ثابت نہیں ہے۔

مفسر جرجانی کے لیے شیخ صدوق کا (رضی اللہ عنہ) کہنا اس کو ثقہ ثابت نہیں کرتا کیونکہ ان کی ترضی وثاقت پر دلالت نہیں کرتی۔

اور ابویعقوب و ابوالحسن کے لیے طبرسی کا یہ کہنا کہ وہ امامیہ سے ہیں ان کی وثاقت ثابت نہیں کرتا کیونکہ

ہر امامی ثقہ ہوتا ہے یہ قاعدہ ہمارے نزدیک درست نہیں۔(5)

3۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ تفسیر میں ایسے مضامین ہیں جو منکر اور نہایت عجیب و غریب ہیں۔

سید الخوئی رقمطراز ہیں کہ:

"جو بھی اس تفسیر کو پڑھے گا وہ جان لے گا کہ یہ گھڑی ہوئی اور وضع کردہ ہے کیونکہ ایسے مطالب تو کوئی محقق بھی نہ لکھے کجا امام عالی مقام۔" (6)

قول دوم کے دلائل

ان کا ماننا تھا کہ پوری تفسیر قابل اعتبار و اعتماد ہے۔

شیخ حر عاملی لکھتے ہیں کہ:

1۔ جس تفسیر میں مسائل ہیں وہ سہل دیباچی کی روایت کردہ ہے جو امام ہادی کی جانب منسوب ہے جبکہ یہ تفسیر امام حسن عسکری کی ہے جس میں سہل دیباچی اصلاہے ہی نہیں

2۔ اس تفسیر میں مناکیر ہیں جبکہ زیر بحث تفسیر میں اس طرح کے مناکیر نہیں ہیں

3۔ اس تفسیر پر شیخ صدوق نے اعتماد کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب(من لا يحضره الفقيه) اور دیگر کتب میں اس تفسیر سے زیادہ روایات نقل کی ہیں اور شیخ طبرسی و دیگر علماء نے بھی اعتماد کیا ہے۔(7)

اسی تیسری دلیل کو علامہ مجلسی اپنے لفظوں میں یوں کہتے ہیں:

تفسیر امام حسن عسکری کتب معروفہ میں سے ہے جس پر شیخ صدوق نے اعتماد کیا ہے اگرچہ بعض محدثین

نے طعن کیاہے مگر شیخ صدوق ان اعتراض اور طعن کرنے والوں سے زیادہ دور امامت کے قریب اور جاننے والوں میں سے ہیں۔ اور دیگر علماء نے بھی اس تفسیر سے نقل کیاہے۔(8)

مذکورہ دلائل کو چھوڑ کر محدث نوری کے دیگر دلائل یہ ہیں:

الف) متقدمین میں ابن عضنائری ہی نے تضعیف کی ہے جن کی تضعیفات کو ہم درست نہیں سمجھتے

ب) محمد بن قاسم استر آبادی ہمارے نزدیک ثقہ ہیں کیونکہ شیخ صدوق نے ان کا ذکر کرتے ہوئے ترضی وترحم فرمایاہے یعنی(رضی اللہ عنہ) اور (رحمہ اللہ) جیسی دعائیں دی ہیں

ج) شیخ صدوق اور دیگر بلند پایہ علماء پر مذکورہ راوی کا ضعف و کذب کیسے چھپا رہ سکتا ہے؟

د) طبرسی کی نص موجود ہے جہاں انہوں نے ان دو راویوں (ابو یعقوب اور ابو الحسن) کے بارے کہاہے کہ یہ امامیہ میں سے تھے۔

ھ) جن کی تضعیف کی گئی ہے ان کا تو علمائے فہرست ورجال نے ذکر نہیں کیانہ نجاشی و شیخ طوسی اور نہ ہی کشی نے تضعیف کی ہے بلکہ تضعیف ابن عضنائری ہی پر منحصر ہے۔ رہاعلامہ حلی کی تضعیف کا مسئلہ تو وہ بھی ابن عضنائری ہی کے کلام کو نقل کرتے ہیں اگرچہ وہ ان سے متفق ہیں۔

و) استر آبادی اور حسن برقی دونوں اس تفسیر کے راوی ہیں اور یہ دو الگ اسناد ہیں لہذا یہ کہنا کہ دونوں الگ الگ تفسیروں کو روایت کر رہے ہیں غلط ہے کیونکہ اس سند کا ذکر ابن شہر آشوب کرتے ہیں اور وہ اپنی مناقب میں "حدیث نجو" نقل کرتے ہیں جو اس مذکورہ تفسیر میں موجود ہے۔ پس اس تفسیر کی دو

اسناد ہیں ایک کے راوی مفسر جرجانی تو دوسرے مستقل راوی حسن برقی ہیں۔

ی) تفسیر میں بعض مناکیر و غرائب کے ہونے سے پوری تفسیر غیر معتبر اور گھڑی ہوئی قرار نہیں پاتی کیونکہ اس طرح کے مناکیر و غرائب تو معتبر و معتمد کتب میں بھی ہیں۔(9)

قول سوم کے دلائل

ان کا ماننا ہے کہ یہ تفسیر دیگر کتابوں کی طرح ہے جس میں کچھ معتبر اور کچھ روایات نا معتبر ہیں لہذا نہ پوری تفسیر معتبر ہے اور نہ ہی غیر معتبر۔

شیخ مسلم داوری اس ادعا کی کوئی دلیل نہیں دے پائے ہیں تاہم وہ یہ مانتے ہیں کہ ایسے دلائل نہیں کہ پوری تفسیر کو گھڑا ہوا قرار دیا جاسکے مگر خود بھی شیخ مسلم داوری بعضِ تفسیر کو صحیح مانتے ہیں لیکن دلیل نہیں دے پائے ہیں۔

ہاں، یہ واضح رہے کہ وہ مفسر استر آبادی کو ثقہ مانتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک شیخ صدوق کی "ترضی" وثاقت پر دلالت کرتی ہے۔

دوم: وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ قائلین کی یہ دلیل درست نہیں ہے کہ شیخ صدوق نے اس تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔

کیونکہ شیخ صدوق نے راوی سے نقل کیا ہے جس کا لازمہ تفسیر سے نقل کرنا ہو ضروری نہیں

اور جہاں تفسیر سے نقل کیا ہے وہاں دو راویوں نے اپنے والد اور انہوں نے امام سے نقل کیا ہے جبکہ

ہمارے پاس موجود تفسیر میں بیٹے ہی امام سے نقل کر رہے ہیں۔

رہا شیخ صدوق کا توحید و معانی میں نقل کرنا وہاں شیخ صدوق نے ایسا دعوی نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں محض صحیح و معتبر روایات نقل کریں گے۔

لیکن شیخ مسلم داوری اپنے قول کے الٹ آخر میں الحاصل کے تحت لکھتے ہیں کہ تفسیر کے معتبر ہونے کے لیے کوئی بھی صحیح طریق نہیں ہے پس تفسیر کے معتبر اور صحیح ہونے کا دعوی تام نہیں ہے۔(10)

ممکن ہے کہا جائے کہ شیخ مسلم داوری اس تفسیر کی کچھ روایات کو اس لیے معتبر مان رہے ہیں کہ ان مضامین کی روایات دیگر کتب میں موجود ہیں۔

ہمیں یہ بات بھی درست نہیں لگتی کیونکہ کسی کتاب کا صحیح طریق ہونا ضروری ہے چاہے وہ سند سے ہٹ کر دیگر قرائن سے معتبر ثابت ہو مگر پہلے کتاب کی نسبت تو ثابت ہو پھر اس کے بعد اس میں موجود روایات کو پرکھا جائے گا

دوسرے یہ کہ اگر دیگر معتبر کتابوں میں موجود روایات کا مضمون تفسیر میں موجود روایات جیسا ہے تو درحقیقت تفسیر کی روایات ان کی وجہ سے قبول کی جا رہی ہیں اور اگر وہ نہ ہوں تو یہ بھی رد ہو جائیں۔

بہ ہر حال ہمیں شیخ مسلم داوری کی رائے سے اطمینان نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ادعا کے دلائل نہیں دیے۔

اپنی بات

ہمارے خیال میں یہ تفسیر مکمل طور پر غیر معتبر اور نا قابل اعتماد ہے؛ کیونکہ اس کا صحیح طریق و سلسلہ

نہیں ہے(کما قال الشیخ عادل ھاشم)

دوسرے یہ کہ جو سند و طریق ہے اس میں غیر ثقہ راوی ہیں جیسے مفسر جرجانی، ابویعقوب و ابوالحسن (ان تینوں کی وثاقت ثابت نہیں) کیونکہ ہم شیخ صدوق کی ترضی کو وثاقت پر محمول کرنے کو درست نہیں سمجھتے۔

تیسرے یہ کہ متقدمین میں بھی اس کی کوئی خاص شہرت نہیں ہے کہ ہم اس کو قرینہ بنا سکے اور سند و طریق سے بے نیاز ہو جائیں بلکہ اس کے الٹ اقوال مل جاتے ہیں۔

یہ تین باتیں ہیں جن سے یہ تفسیر معتبر نہیں ٹھہرتی اور تینوں کے ساتھ یہ اضافہ بھی مزید تقویت دیتا ہے کہ اس میں موجود غریب و منکر مضامین اعتبار و اعتماد کے لیے مزید شدید رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

حوالے

(1) طویل بات تھی جسے ہم نے چھوڑا اور مفہوم لکھ دیا

(2) تفسیر امام حسن عسکری

(3) شارع النجاة ص 118- 121 (ہم نے شیخ عادل ہاشم سے اخذ کیا ہے)

(4) التفسیر المنسوب الی الامام العسکري دراسة و تحلیل ص21- 59 للشیخ عادل ھاشم

(5) ایضا

(6) معجم رجال الحدیث ج13، ص 157

(7) وسائل الشیعة ج30 ص 187-188

(8) بحار الأنوار ج1 ص 28

(9) خاتمة مستدرک الوسائل ج5 ص 194-196

(10) اصول علم الرجال، ج1 ص497- 503

والسلام